مصورِ حسن فراؔق گورکھپوری کی غزل گوئی

کلیدی الفاظ: رباعیات #حسن وعشق #غزل گوئی #مصورحسن

ڈاکٹر محمد اقبال، آئی۔ جرمن
(اسسٹنٹ پروفیسر) صدر شعبہ اردو،
بی۔شنکر انند آرٹس اینڈ کامرس ڈگری کالج،
کڈچی، تعلقہ رائے باغ ضلع بیلاگاوی

ملخّص: رگھوپتی سہائے فراؔق گورکھپوری نے نظمیں بھی کہی ہیں، وہ رباعیات کے بھی منفرد شاعر تھے لیکن وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے۔غزل میں حسن وعشق ابتداء ہی سے نہایت اہم موضوع رہا اور آج بھی ہے۔فراؔق گورکھپوری نے حسن کی جتنی تعریف کی اور جس طرح سے کی اس کی مثال بڑی مشکل سے ملے گی۔اس مختصر مضمون میں بحیثیت مصورحسن فراؔق گورکھپوری کی غزل گوئی پر بات کی گئی ہے۔

....

تعارف (Introduction)

۶۹۸۱ء میں ۸۲؟ اگست کو رگھوپتی سہائے فراؔق گورکھپور میں پیدا ہوئے اور ۲۸۹۱ء میں ۳؟ مارچ کو دہلی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ۶۸؟ برس کے قریب عمر پانے والے فراؔق نے ایک لمبے عرصے تک اردو شعروادب کے گیسو سنوارے۔فراؔق نظم ونثر دونوں میں مہارت رکھتے تھے۔فراؔق حسن وعشق کے مصور تھے۔۱۶۹۱ء میں فراؔق گورکھپوری کو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ۸۶۹۱ء میں انھیں پدم بھوشن ایوارڈ حاصل ہوا اور ۹۶۹۱ء میں فراؔق کو ادب کا سب سے بڑا گیان پیٹھ ایوارڈ دیا گیا۔فراؔق گورکھپوری نہایت ذہین انسان تھے۔وہ انڈین سول سروس کے لئے چنے گئے تھے مگر انھوں نے تحریک عدم تعاون سے متاثر ہو کر نوکری چھوڑ دی اور جیل

جانے کو ترجیح دی۔ وطن سے محبت کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔

فراقؔ گورکھپوری نے سزا کی مدت ختم ہونے کے بعد درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ وہ جامعہ الہ آباد میں انگریزی کے لیکچرر ہوئے، یہیں سے انھوں نے شعر و ادب کی دنیا میں قدم رکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ادب کے آسمان کا چمکتا ہوا ستارہ بن گئے۔ فراقؔ اردو کے ساتھ ساتھ ہندی اور انگریزی زبان میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ صنفِ نازک کی خوبصورتی کو اپنے شعروں کے ذریعے فراقؔ گورکھپوری نے جس طرح بیان کیا ہے وہ نہایت دلکش ہے۔

☆ فراقؔ گورکھپوری کی غزل گوئی:

غزل کے نشاۃ ثانیہ اور اس کی رگوں میں نئے فکر و خیال کا خون دوڑانے والوں میں فراقؔ گورکھپوری کا نام پہلی صف کے مجاہدوں میں ملتا ہے۔ فراقؔ نے غزل کو ہندوستانیت کا جسم عطا کیا اور فارسی روح کے ساتھ ایک نئی طاقت بخشی۔ انھوں نے اردو غزل کو پھر سے جوان کر دیا۔ ڈاکٹر یوسف صابرؔ نے فراقؔ کی غزل گوئی کے متعلق ایک جگہ تحریر کیا ہے:

''فراقؔ کے یہاں جنس شجرِ ممنوعہ نہیں ہے۔ لیکن وہ اِس میں پاکیزگی اور سچائی چاہتے ہیں۔ وہ عشق کو روحانی تسکین کے ساتھ جسمانی تسکین کا بھی ذریعہ سمجھتے تھے۔ اپنے جذبات کو فراقؔ نے ہمیشہ سچائی اور تہذیب و شائستگی کے ساتھ پیش کیا۔ فراقؔ کی غزلوں میں جہاں حُسن و جمال، کیف و نشاط، دلوں کی تیز دھڑکنیں، خوبصورت چہرے و بدن، جنسی لذتیں موجود ہیں وہیں محبوبِ غم کی ہلکی چاندنی، نغمگی موسیقیت، سرشاری، دلکشی، پاکیزگی، شائستگی، ناکامی، محرومی، درمندی، سوز و گداز، نشریت، تفکر اور فلسفیانہ بصیرت بھی موجود ہے۔''

(جدید شاعری کے ارتقاء میں غیر مسلم شعراء کا حصہ۔ ڈاکٹر یوسف صابرؔ۔ ۲۰۱۶ء ص ۱۴۳)

فراقؔ کی غزلوں کا بنیادی موضوع حسن و عشق ہی رہا لیکن ان کی غزلوں

میں جسم و جمال، حسن کمال اور جوش وخروش کی بڑی دلکش و جاندار تصویریں ملتی ہیں۔

فراقؔ گورکھپوری کی غزلوں میں ماضی کی صحتمند روایتیں بڑے دلکش انداز میں ملتی ہیں۔ انھوں نے اردو کی عشقیہ شاعری کو آفاقی گونج عطا کی۔ مغربی ادب کا فراقؔ نے گہرا مطالعہ کیا تھا جس کا اردو زبان و ادب کو بڑا فائدہ ہوا۔ پروفیسر اعجاز حسین نے فراقؔ کی غزل گوئی کے رنگ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر کیا ہے:

''فراق کی ابتدائی غزلوں میں امیر مینائی کا رنگ جھلکتا ہے۔ لیکن اِس سے ذرا بعد عزیز وصفی کا رنگ نظر آتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد میرؔ کے کلام کا فراقؔ پر اثر پڑا اور وہ اُن کی تخلیق واقتداء کرنے لگے۔ مگر اب موجودہ حالت میں اِن کا خود ایک رنگ ہو گیا ہے۔''

(مختصر تاریخ اردو ادب۔ پروفیسر ڈاکٹر سید اعجاز حسین۔۱۹۴۳ء ص ۲۱۰)

ہندوستانی جسم، فارسی روح، مغربی لباس و زیبائش اور فراقؔ کے فلسفوں نے اردو غزل کو ایک نیا رنگ و روپ دیا۔ فراقؔ گورکھپوری نے اپنی غزلوں کو کبھی بھی رنگِ تغزل سے محروم نہیں ہونے دیا۔ فراقؔ کو ہندو فلسفہ ؟ حیات سے گہری عقیدت تھی۔ اردو، ہندی، فارسی اور انگریزی ادب سے وابستگی نے فراقؔ گورکھپوری کی غزل گوئی میں ایک نامانوس لہجہ پیدا کیا جو مختلف تھا اور نا قابل قبول بھی مگر فراقؔ گورکھپوری نے اپنی محنت اور لگن سے اُس لہجے کو نہ صرف قابل قبول بلکہ مقبول بنا دیا۔

سنبل نگار نے فراقؔ کی غزل گوئی کی خصوصیات کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر کیا ہے:

''فراقؔ کی نکتہ رس طبیعت ان کے ذہن کی براقی، ان کا وسیع تجربہ، مطالعہ اور مشاہدہ وہ خصوصیات ہیں جنھوں نے فراقؔ کی غزل کو زرین اور بیش قیمت شعری تجربات سے مالا مال کر دیا۔''

(اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ۔از: سنبل نگار۔ص ۳۹)

فراقؔ گورکھپوری مصورِحسن و جمال تھے۔ان کے اشعار میں مبالغہ آرائی کی جگہ حقیقت کے رنگ ملتے ہیں۔حسن کی اس طرح سے تعریف اور اتنی سچی تعریف فراقؔ سے پہلے اردو شاعری میں نظر نہیں آتی۔

شبِ وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ اے دوست
تیرے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی

☆

حسن پرستی پاک محبت بن جاتی ہے
وصل کی جسمانی لذت سے روحانی کیفیت لے

☆

نہ اور کھول ابھی نیم باز آنکھوں کو
تیرے نثار یہ جادو ابھی جگائے جا

☆

میرے آغوش سے اٹھ کر کبھی آئینہ دیکھا ہے
سحر کو اور بڑھ جاتی ہے کچھ دوشیزگی تیری

جنسی تعلقات کو اتنی بیبا کی سے کہنے، جنس (sex) کو اتنے صحتمند اور مثبت انداز سے سوچنے اور جنس (sex) کو گناہ کے دائرے میں نہ رکھتے ہوئے ایک اچھا کام سمجھتے ہوئے انجام دینے کی بات اتنے خوش اسلوبی سے کسی اور شاعر نے فراقؔ سے پہلے نہیں کہی۔فراقؔ گورکھپوری کی شاعری انفرادیت کی حامل ہے۔ اِس بارے میں گوپی چند نارنگ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے:

''ان کی آواز میں ایک ایسا لوچ، نرمی اور دھیما پن ہے جو پوری اردو شاعری میں نہیں ملتا۔''

(فراقؔ گورکھپوری: ذات وصفات۔اردو اکادمی۔دہلی۔ص ۱۰۔۱۹۹۸ء)

فراقؔ گورکھپوری حسن پرستی کے شاعر تھے۔ وہ حسن کا ظاہر بھی دیکھتے تھے اور باطن بھی۔ فراقؔ کے اشعار پڑھنے اور سننے والوں کو حسن کے باطن سے ظاہر اور ظاہر سے باطن کی سیر کراتے ہیں۔ فراقؔ کے جنس (sex) پر کہے گئے اشعار انسان کو احساس دلاتے ہیں کہ یہ کام زندگی کا ایک اچھا عمل ہے۔ اگر ہم اسے صحیح نیت کے ساتھ اور صحیح طریقے سے جائز رشتوں کے درمیان انجام دیں۔ فراقؔ کی شاعری کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے ایک جگہ وہاب اشرف نے تحریر کیا ہے:

''فراقؔ مذہب اور جنس کی سرحدوں کا ادغام کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے یہاں جسم ایک خاص موضوع بن کر ابھرتا ہے۔ ان کے یہاں افلاطونیت نہیں ہے بلکہ فرائڈین تصور موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ فراقؔ کی غزلوں میں لمس کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس باب میں وہ ایسی تصویریں سامنے لاتے ہیں جن کی لطافت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔''

(تاریخ ادب اردو: ابتداء سے ۲۰۰۰ء تک۔ جلد دوم۔ وہاب اشرفی۔۲۰۰۹ء ص ۹۱۷)

حسن و جمال شاعری کا لازمی جز ہے۔ اس کے بغیر کی گئی شاعری بے مزہ ہو جاتی ہے۔ ترقی پسند تحریک سے منسلک شعراء میں فیض احمد فیضؔ کے علاوہ چند مزید شعراء تھے جنھوں نے اس قسم کی شاعری میں حسن و جمال کو شامل رکھا۔ ان شعراء میں فراقؔ گورکھپوری بھی شامل تھے۔ فراقؔ گورکھپوری کو نہ صرف انسان کی خوبصورتی بلکہ قدرتی مناظر کا حسن بھی متاثر کرتا تھا جس کا اظہار انھوں نے اس طرح کیا ہے ؎

جو آنکھیں ہو، کسی کے عشق نے سوجھیں بدلے ہیں
نمود برگ و گل کیا مہر و مہ کیا حسن انساں کیا

☆

خیال گیسوئے جاناں کی وسعتیں مت پوچھ
کہ جیسے پھیلتے جاتا ہے شام کا سایہ

کچھ قفس کی تیلیوں سے چھن رہا ہے نور سا
کچھ فضا کچھ حسرتِ پرواز کی باتیں کرو

فراقؔ گورکھپوری کی غزلوں میں ہر جگہ حسن و جمال بکھرا پڑا ہے۔ وہ یاد اور انتظار کو بھی اپنے شعروں میں حسین بنا دینے کی مہارت رکھتے تھے۔

غرض کہ کاٹ دیئے زندگی کے دن اے دوست
وہ تیری یاد میں ہوں یا تجھے بھلانے میں

☆

تیری یاد کرتا ہوں اور سوچتا ہوں
محبت ہے شاید تجھے بھول جانا

☆

جب تیری یاد نہ تھی جب تیرا احسان نہ تھا
ہم تو اس کو بھی محبت کا زمانہ سمجھے

☆

حسن کے پر تپاک میں جذب تھیں لاکھوں مستیاں
کون کسی کو یاد تھا؟ کس نے کسے بھلا دیا؟

اِس قسم کے اشعار نے فراقؔ گورکھپوری کو میر تقی میرؔ سے زیادہ قریب کر دیا۔ اِسی خیال کو ڈاکٹر شمیم حنفی نے یوں بیان کیا ہے:

''زبان و بیان، واردات اور تجربے، تصور اور احساس کی طرف اپنے رویوں کے اعتبار سے اردو کے تمام غزل گویوں میں فراقؔ سب سے زیادہ قریب میرؔ صاحب سے ہے۔''

(فراقؔ گورکھپوری ذات و صفات۔ اردو اکادمی۔ ۱۹۹۸ء ص ۸۲)

ہر انسان کی زندگی حسن و جمال سے آراستہ ہے۔ خوشی و غم میں انسان سے

انسان کا ساتھ زندگی کو حسین بنا دیتا ہے۔زندگی کے متعلق شعراء کے نزدیک ان کے اپنے فلسفے ہوتے ہیں جس کا اظہار وہ اپنے اپنے انداز سے کرتے ہیں۔فراقؔ گورکھپوری شاعر تو تھے ہی ساتھ ہی ایک فلاسفر بھی تھے۔اس لئے زندگی کے متعلق ان کے فلسفے زیادہ حسین لگتے ہیں ۔

ابھی کچھ اور ہو انسان کا لہو پانی
ابھی حیات کے چہرے پہ آب و تاب نہیں

☆

وہ بزم ناز جہاں زندگی برستی ہے
شعور محض ہے واں ہوش ہے نہ مستی ہے

☆

موت اک گیت رات گاتی تھی
زندگی جھوم جھوم جاتی تھی

☆

نہ ازل ہے کچھ نہ ابد ہے کچھ وہی موت ہے وہی زندگی
جسے وقت کہتے ہیں اہل دل وہ فنا بھی ہے وہ بقا بھی ہے

فراقؔ گورکھپوری نے اپنی غزلوں کے اشعار کو ہندی زبان وادب کا رنگ دے کر بھی اس کے حسن میں اضافہ کیا۔جیسے ۔

شیو کا وش پان تو سنا ہوگا
میں بھی اے دوست پی گیا آنسو

ڈاکٹر یوسف صابرؔ نے فراقؔ گورکھپوری کی غزل گوئی پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک جگہ تحریر کیا ہے:

''فراقؔ نے غزلوں میں نئی زبان، نئے محاورے استعمال کئے ہیں۔تلسی داس، سورداس اور کبیر داس کے لہجے اور طرز اظہار کے علاوہ ان کی غزلوں میں فطرت اور

کائنات کے مظاہر کی گونج جو قدیم سنسکرت شعراء میں پائی جاتی ہے محسوس کی جا سکتی ہے۔ فراق کی تمام شاعری زندگی سے محبت اور فطرت سے لگاو؟ کا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔''

(جدید اردو کے غیر مسلم غزل گو شعراء۔ڈاکٹر یوسف صابر۔۲۰۱۸ءص ۹۱)

رگھو پتی سہائے فراق گورکھپوری نے پختہ عمری میں شاعری شروع کی۔ اصل شاعر پیدائشی ہوتا ہے۔ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں شاعری کرے اس کی شاعری متاثر کرتی ہے۔ پنڈت برج نرائن چکبست نے بہت جلد شاعری شروع کی تھی جبکہ رگھو پتی سہائے فراق گورکھپوری نے بہت دیر سے شاعری شروع کی لیکن دونوں بھی اپنی اپنی جگہ بلند مقام پر فائز ہیں۔ فراق گورکھپوری نے طویل عمر پائی جبکہ چکبست کم عمری میں انتقال کر گئے۔ لیکن دونوں اردو ادب میں انتہائی مقبول ہوئے۔ فراق گورکھپوری اپنی تعلیمی قابلیت کی بنیاد پر آزادی سے پہلے ایک اعلیٰ آفیسر بنے مگر وطن کی محبت میں وہ گاندھی جی کے ساتھ تحریک عدم تعاون میں شریک ہو گئے۔ انھوں نے سرکاری نوکری سے استعفیٰ دے دیا جس کے نتیجے میں انھیں جیل بھی جانا پڑا۔ سزا کاٹنے کے بعد فراق گورکھپوری جامعہ الٰہ آباد میں انگریزی کے لیکچرر ہوئے اور یہیں سے انھوں نے شعر و ادب کی خدمات کا سلسلہ شروع کیا اور بہت جلد اردو زبان و ادب میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ فراق گورکھپوری ہندی، فارسی اور انگریزی کے بھی اچھے جانکار تھے مگر انھیں اردو زبان و ادب سے عشق کیا اور نہایت بلند مقام حاصل کیا۔

فراق گورکھپوری حسن و جمال کے رسیا تھے۔ حسن و جمال ان کی شاعری کا محور و مرکز رہا اور ان کی عملی زندگی بھی حسن پرستی میں ہی گذری۔ نہ صرف غزلوں کے اشعار میں بلکہ ان کی رباعیات میں بھی حسن پرستی کے جلوے نظر آتے ہیں اور نظموں میں بھی حسن کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

اردو زبان و ادب میں فراق گورکھپوری نے منفرد و ممتاز مقام حاصل کیا۔

حسن و جمال سے آراستہ فراقؔ گورکھپوری کے کئی اشعار انتہائی مقبول ہوئے ہیں۔ان میں یہ بھی شامل ہیں۔

بسا اوقات دل کے ساتھ بارِ غم اٹھانے میں
سنا ہے حسن بھی اپنی نزاکت بھول جاتا ہے

☆

فریب عہد محبت کی سادگی کی قسم
وہ جھوٹ بول کہ سچ کو بھی پیار آجائے

☆

سنا ہے بادِ خزاں کے ہاتھوں چمن کا دونا نکھار ہوگا
اثر سے اس شعلہ تپاں کے کچھ اور حسن بہار ہوگا

☆

کہاں اتنی خبر عمرِ محبت کس طرح گزری
ترا ہی درد تھا دل میں جہاں تک یاد آتا ہے

فراقؔ گورکھپوری نے غزل گوئی میں تغزل کو مزید نکھارا۔فراقؔ کا عشق عملی ہے اور جسم سے گذرتے ہوئے روح تک پہنچتا ہے۔فراقؔ گورکھپوری جسمانی لذتوں کے قائل تھے۔فنا سے پہلے وہ بقا کے تمام مدارج پر پورے اترنے کو عشق کی معراج مانتے تھے اور ان کی غزلوں میں اسی کا اظہار بڑی شائستگی کے ساتھ ملتا ہے۔

فراقؔ گورکھپوری ایک عہد ساز شاعر تھے۔فراقؔ گورکھپوری نے اردو زبان ادب میں غزل کو نہ صرف نیا رنگ و روپ دیا بلکہ انھوں نے غزل کے جسم میں نیا خون بھی دوڑایا اور یہ کامیابی انھیں برسوں کی محنت کے بعد حاصل ہوئی۔فراقؔ گورکھپوری نے گلشن غزل کی دل و جان سے ایک عرصے تک آبیاری کی۔ چونکہ وہ خود ایک بہترین نقاد تھے اس لئے انھیں اپنے فن کو نکھارنے،سنوارنے کا ہنر آتا تھا۔ فارسی اور اردو زبان و ادب میں موضوع حسن و عشق نیا نہیں تھا۔اردو زبان و ادب

میں قدیم دور سے بلکہ ابتدائی دور سے موضوع حسن و عشق نہ صرف شاعری بلکہ کہانیوں کا بھی نہایت اہم موضوع رہا۔فراقؔ گورکھپوری کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اس موضوع کو ایک نئے زاویے سے اپنی غزلوں میں پیش کیا۔

بقول ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی ’’اگر فراقؔ نہ ہوتے تو ہمارے غزل کی سرزمین بے رونق رہتی۔اس کی معراج اس سے زیادہ نہ ہوتی کہ وہ اساتذہ کی غزلوں کی کاربن کاپی بن جاتی یا مردہ اور بے جان ایرانی روایتوں کی نقالی کرتی۔‘‘ فراقؔ گورکھپوری نے غزل کے حسن میں نئے رنگ بھرے۔فراقؔ کے کئی اشعار ہیں جو حسین دنیا کی سیر کراتے ہیں۔ان میں سے چند بطورِ نمونہ پیش ہیں۔

بہت پہلے سے ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
تجھے اے زندگی ہم دور سے پہچان لیتے ہیں

☆

اگر ممکن ہو لے لے اپنی آہٹ
خبر دو حسن کو میں آرہا ہوں

☆

کسی کا یوں تو ہوا کون عمر بھر پھر بھی
یہ حسن و عشق تو دھوکا ہے سب مگر پھر بھی

☆

شام بھی تھی دھواں دھواں حسن بھی تھا اداس اداس
دل کو کئی کہانیاں یاد سی آکے رہ گئیں

☆

باتوں باتوں میں پیام مرگ بھی آہی گیا
ان نگاہوں کو حیات افزا سمجھ بیٹھے تھے ہم

☆

آنکھوں میں جو بات ہوگئی ہے
اک شرحِ حیات ہوگئی ہے

فراقؔ گورکھپوری کو بطورِ شاعر و نقاد ساری دنیا میں سر آنکھوں پر بٹھایا گیا مگر وہ اپنے گھر میں گھر کی مرغی دال برابر تھے۔ فراقؔ اپنے گھر میں بے بس و محروم انسان کی طرح رہتے تھے۔ گھر میں فراقؔ گورکھپوری کا حال میر تقی میرؔ جیسا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلوں میں میر تقی میرؔ کا رنگ گہرا ہوتا گیا۔ جیسے ؎

غم سے چھٹ کر یہ غم ہے مجھ کو
کیوں غم سے نجات ہوگئی ہے

☆

کبھی خوش کر گئی مجھ کو تری یاد
کبھی آنکھوں میں آنسو آ گیا ہے

☆

یہ سکوت ناز یہ دل کی رگوں کا ٹوٹنا
خامشی میں کچھ شکستِ ساز کی باتیں کرو

☆

اے سوز عشق تو نے مجھے کیا بنا دیا
میری ہر ایک سانس مناجات ہوگئی

تلخیص (Summary)

فراقؔ گورکھپوری نے شاعری کو زندگی کی طرح جیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اردو دنیا کو متعدد شعری مجموعے دیئے ہیں۔ روح کائنات، شبستان، رمز و کنایات، روپ، رنگ و نور اور گل نغمہ، فراقؔ کے ایسے شعری مجموعے ہیں جن کی وجہ سے فراقؔ گورکھپوری کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا رہا۔

فراقؔ کی غزلوں میں جدید رجحانات اور حیات و کائنات کے نئے شعور

کے احساسات ملتے ہیں۔فراقؔ کے اشعار نے حسرتؔ موہانی کی طرح غزل گوئی کو نئی زندگی عطا کی۔فراقؔ گورکھپوری کے بلند پایہ فکروفن نے اردو غزل کو نئی اڑان دی۔فراقؔ کا خوشگوار آہنگ غزل کو خوب راس آیا۔جیسے ؎

بزم مے بے خود و بے تاب نہ کیوں ہو ساقی
موج بادہ ہے کہ درد اٹھتا ہے پیمانوں میں

☆

ہر فریب غم دنیا سے خبردار تو ہے
تیرا دیوانہ کسی کام میں ہشیار تو ہے

☆

تیز احساسِ خودی درکار ہے
زندگی کو زندگی درکار ہے

☆

آتشِ عشق بھڑکتی ہے ہوا سے پہلے
ہونٹ جلتے ہیں محبت میں دعا سے پہلے

☆

نگاہِ ناز نے پردے اٹھائے ہیں کیا کیا
حجاب اہلِ محبت کو آئے ہیں کیا کیا

☆

عشق بس میں ہے مشیت کے عقیدہ تھا مرا
اس کے بس میں ہے مشیت مجھے معلوم نہ تھا

☆

بڑھتا ہی جا رہا ہے جمال نظر فریب
حسنِ نظر کو حسنِ خود آرا بنا دیا

☆

چھلک کے کم نہ ہوایسی کوئی شراب نہیں
نگاہ نرگس رعنا ترا جواب نہیں

☆

یہ نرم نرم ہوا جھلملا رہے ہیں چراغ
ترے خیال کی خوشبو سے بس رہے ہیں دماغ

فراؔق گورکھپوری کو ۱۶۹۱ء میں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ حاصل ہوا تھا۔ یہ ایوارڈ انھیں ۳۶؟ سال کی عمر میں ملا جو لائق رشک ہے۔ ۸۶۹۱ء میں فراؔق گورکھپوری کو سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ سے نوازا گیا۔ فراؔق گورکھپوری ہندوستان کے عظیم خطاب ''پدم بھوشن'' سے بھی نوازے گئے۔ ۱۹۷۰ء میں فراؔق ساہتیہ اکیڈمی کے فیلو بنے۔ فراؔق گورکھپوری کو شعری مجموعہ ''گل نغمہ'' کے لئے ہندوستان کے سب سے بڑے ایوارڈ گیان پیٹھ سے نوازا گیا اور انھیں ۱۸۹۱ء میں غالبؔ ایوارڈ بھی حاصل ہوا اور اس کے صرف ایک سال بعد یعنی ۳؟ مارچ ۲۸۹۱ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے فراؔق نے اس دنیا کو چھوڑ دیا۔ فراؔق گورکھپوری بتدریج بلندیوں تک پہنچے۔ ادب میں بہت کم شعراء وادباء کو ایسے مقامات حاصل ہوئے ہیں۔ اردو زبان وادب کی تاریخ میں فراؔق گورکھپوری کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

****